43

# پنجاب میں دعوت الی اللہ

(فرمودہ ۳ ؍ مارچ ۱۹۲۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا۔

بوجہ اس کے کہ لاہور میں مجھے کثرت سے بولنا پڑا اور رات کے ایک ایک دو دو بجے تک برابر باتیں ہوتی رہیں۔ گلے میں تکلیف زیادہ ہوگئی ہے۔ میں زیادہ بیان نہیں کر سکتا اور ممکن ہے کہ آواز بھی دور تک نہ جائے مگر چند مختصر نصائح اپنی جماعت کے لوگوں کو کرتا ہوں۔

میں نے غور کیا ہے اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہماری جماعت تبلیغ کے رنگ میں بہت پیچھے ہے۔ چندے کے معاملہ میں ہم ترقی کرتے کرتے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ہماری ہمت پر دلالت کرتا ہے مگر تبلیغ کے متعلق یہ بات نہیں۔ اس بارے میں ہمیں جو مقام حاصل ہے اس کو ابتدائی بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ بہت ہی کم ہیں جو توجہ کرتے ہیں۔ پھر بہت ہی کم ہیں جو اصول تبلیغ سے واقف ہیں۔ اور بہت کم ہیں۔ جو واقفیت بہم پہنچانے کے شائق ہیں۔ اور بہت ہی کم ہیں جو ان اصول کو استعمال کرتے ہیں۔ گویا وہ انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ ہم نے اپنے ذمہ جو کام لیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہماری کوشش حقیر ہے۔ اور اگر یہی حالت جاری رہی تو لاکھوں سال ہماری ترقی کے لئے چاہئیں۔ مگر اتنے عرصہ کے لئے جوش قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مسلمانوں میں جو جوش تھا وہ اپنی نظیر آپ ہی تھا۔ مگر اب دیکھ لو کہ ۱۳ سو سال کے بعد اس جوش کا نام و نشان بھی باقی نہیں۔ کیا اس زمانہ کے مسلمانوں کو دیکھ کر کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ۱۳ سو سال پہلے کے مسلمانوں میں کوئی جوش اور ولولہ تھا۔ احادیث و تاریخ میں ان کے متعلق ہم جو کچھ پڑھتے ہیں اگر موجودہ مسلمانوں کی حالت پر قیاس کیا جائے تو مبالغہ معلوم ہوگا۔ یہی فرق ہوتا ہے نبی کے قریب اور بعد کے زمانہ کے لوگوں میں۔ سورج کے غروب ہونے کے بعد جس قدر دیر گذرتی جائے۔ اندھیرا ہی اندھیرا ہوتا ہے پس جس رفتار سے ہم ترقی کر رہے ہیں اس کے لئے لاکھوں سال چاہئیں۔ مگر یہ دنیا میں سب سے پہلا تجربہ ہوگا۔ کہ ہمارا جوش

اس وقت تک قائم رہ سکے دنیا میں سب سے بڑا جو نبی آیا اس کا پیدا کیا ہوا جوش بھی ایک ہزار سال سے آگے نہ بڑھا۔ اس لئے اگر ہم کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اس کے لئے یہی زمانہ ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے علماء تک ادھر پورے متوجہ نہیں۔ میں نے پچھلے سال قادیان کا علاقہ تقسیم کیا تھا۔ مگر اس میں کوئی کام نہیں ہوا۔ حالانکہ یہ وقت ہے کہ اگر ہم لوگوں کو جذب کرنا چاہیں تو بہت جلد جذب کرلیں گے۔ ورنہ پھر کروڑوں روپیہ سے بھی ہم یہ بات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ میں نے اس سال پھر تجویز کی ہے۔ کہ کام کو دیکھا جائے۔ اس کے ماتحت تبلیغ کے لئے تین حلقہ بنائے گئے ہیں۔ لاہور' گوجرانوالہ' لائل پور کا ایک حلقہ شاہ پور' گجرات جہلم ایک حلقہ اس وقت ہمارے پاس دو مبلغ فارغ ہیں۔ مولوی غلام رسول صاحب راجیکی اور مولوی محمد ابراہیم صاحب بقاپوری پہلا حلقہ مولوی راجیکی صاحب کے اور دوسرے مولوی ابراہیم صاحب بقاپوری کے اور ضلع گورداسپور حافظ روشن علی صاحب کے سپرد کیا جائے۔ حافظ صاحب کو گو فارغ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر ان کے ساتھ مبلغین کلاس کے طالب علم ہیں۔ اس لئے میری عقل کہتی ہے۔ کہ جس قدر ان کے پاس وقت ہے ایک سال میں ہی اس ضلع میں کام کر سکتے ہیں۔ ان علاقوں کی تقسیم سے یہ غرض ہے کہ آہستہ آہستہ تمام ملک کو اس طرح تبلیغ کے لئے تقسیم کر دیا جائے۔ جس طرح گورنمنٹ ضلع اور کمشنریاں بناتی ہے۔ اور ان میں کمشنر اور ڈپٹی کمشنر مقرر کرتی ہے۔ جو اپنے علاقہ کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اسی طرح یہ مبلغ اپنے اپنے ضلع کے ذمہ دار ہوں گے۔ اور ان کا فرض ہوگا۔ کہ وہ اس مدت میں ان ضلعوں کا نقشہ بدل دیں۔ مگر یاد رکھو جو مبلغ رپورٹیں لکھنے اور واہ واہ کے لئے کام کرتا ہے۔ وہ ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ وہی مبلغ کامیاب ہوگا جو اپنے اختیارات کو خدا کی طرف سے آئے ہوئے اختیار سمجھ کر کام کرے گا۔ اور اپنے دل و دماغ پر فیضان الٰہی دیکھے گا۔ جو شخص دوسروں کے ہاتھوں کی طرف دیکھتا ہے وہ اللہ کا بندہ نہیں لوگوں کا بندہ ہوتا ہے۔ اس خوف سے کوئی کام نہ کیا جائے کہ اگر نہ کیا تو خلیفہ صاحب ناراض ہوں گے۔ بلکہ اگر کوئی کام چھوڑا جائے یا کیا جائے تو وہ خدا کے خوف اور خدا کی رضا کے لئے ہو۔ یہ درمیانی واسطے خلفاء وغیرہ تو حسن انتظام کے لئے ہوتے ہیں پس میں تینوں حلقوں کے افسروں کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے کام کے لئے چونکہ خدا کے حضور جواب دہ ہونگے اس لئے ایسے رنگ میں کام کریں کہ خدا خوش ہو جائے۔ اب ضرورت ہے کہ تبلیغ کے لئے ایک جنون کی سی حالت پیدا کی جائے۔ ایسی حالت جس کی وجہ سے نبیوں کے مخالف ان کو مجنوں کہہ دیا کرتے تھے۔ بعض لوگوں کی خواہش ہوتی ہے کہ جب وہ باہر جائیں تو کئی ایک ہوں اور ایک گروہ کی شکل میں جائیں مگر یہ کمزوری ہے۔ مبلغ کی حیثیت سفیر کی حیثیت نہیں ہوتی۔ سفیر کے لئے بہت سے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ مبلّغ اکیلا ہی کافی ہوتا ہے۔ ایک وقت میں حضرت

ابو عبیدہؓ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی۔ حضرت عمرؓ نے ایک آدمی بھیج دیا اور لکھ دیا کہ یہ ایک ہزار کے برابر ہے۔ اس وقت لوگوں نے اس کو ہنسی نہیں سمجھا تھا۔ بلکہ اللہ اکبر کے نعرے لگائے تھے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ وہ مبلغ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جو احمدیوں کے علاقے میں جاتے ہیں۔ بلکہ ان کو چاہیئے کہ ان علاقوں میں جائیں۔ جہاں احمدی نہیں۔ مبلغ کی کامیابی یہ نہیں کہ وہ احمدیوں کے پاس گیا۔ اور تبلیغ کر کے آگیا۔ بلکہ یہ ہے کہ وہ سو میں سے نوے غیر احمدیوں کے گاؤں میں جائے۔ اور دس احمدیوں کے دیہات میں پھرے۔ اور اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ نئے نئے مبلغ پیدا ہوں۔ اور وہ ایک انتظام کے ماتحت ہوں۔ یہ نہیں کہ جو جس کے جی میں آئے وہ کرے۔ بڑا نقص یہ ہے کہ ہمارے لوگ دوسروں سے کام لینا نہیں جانتے۔ اور بجائے دوسروں کو سکھانے کے وہ کام خود کرنے لگ جاتے ہیں۔ نبی کیوں دوسروں پر افضل ہوتا ہے۔ اسی لئے کہ وہ نئے مبلغ تیار کرتا ہے۔ جس طرح حضرت صاحب نے نئے انسان پیدا کئے۔ اسی طرح اگر ہم لوگ پیدا کرتے تو چند سال میں ہماری جماعت کروڑوں تک پہنچ جاتی۔ بلکہ وہ وقت جلد آجاتا کہ دنیا میں احمدی ہی احمدی ہوتے۔ پس مبلغوں کو چاہیئے کہ دوسروں کو سکھائیں اور ان علاقوں کے آدمیوں سے کام لیں۔

یہ ظاہر ہے کہ ایک شخص ضلع کا دورہ نہیں کر سکتا اس کے لئے چند باتوں کی ضرورت ہے۔ اول تو یہ کہ وہاں کے لوگوں سے مناسب کام لیا جائے۔ اور ان میں سے اپنے کام اور اعتماد کے قابل آدمی انتخاب کئے جائیں۔ اور ہر گاؤں میں دورہ اور لیکچر ہو (۲) اپنے اندر ایک جنون کی سی حالت پیدا ہو جائے (۳) ان علاقوں میں جائیں جہاں پہلے احمدی نہیں (۴) خدا پر توکل کریں اور دعا کریں۔

اگر اس طرح کام کیا جائے تو ایک ہی سال میں دنیا کا نقشہ بدل سکتا ہے۔ میں نے خطبہ میں اس لئے اعلان کیا ہے۔ کہ جن کے سپرد یہ کام کیا ہے۔ وہ اپنے کام کی اہمیت کو سمجھ لیں۔ ایک اور نصیحت یہ ہے کہ چونکہ جماعت کی مالی حالت کمزور ہے۔ اس لئے بعض اخراجات کو اپنے اوپر ڈالنا چاہیئے۔ اور قلیل سے قلیل جو ممکن ہو۔ وہ بیت المال سے لینا چاہیئے۔

اس کے بعد میں جماعت کی خوشی کے لئے بتاتا ہوں کہ تحفہ کی قبولیت کا جواب آگیا ہے۔ جس میں شہزادہ صاحب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اس کو پڑھیں گے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ کہ الٰہی ہم سے جو کچھ ہو سکتا تھا وہ ہم نے کر دیا۔ اللہ تعالیٰ جہاں شہزادے صاحب کو پڑھنے کی توفیق دے۔ ان کے دل کو بھی کھول دے۔ اور ان کو اپنی قوم کے لئے اسلام کا سفیر اور پیش خیمہ بنائے۔ آمین ثم آمین

(الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۲۲ء)